pISSN:0000-0000
eISSN:0000-0000

ڈاکٹر طارق محمود ہاشمی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

Dr. Tariq Mehmood Hashmi
Assistant Prof. Dept. of Urdu G.C.University Faisalabad

اُردو نعت میں تعظیمی بیانیہ

DIGNITY STATEMENTS OF URDU NAAT

Abstract:

Naat is a beautiful way to appreciate the Prophet of Islam Hazrat Muhammad (ﷺ). Writing a Naat is an honor for every Muslim poet. Many non Muslim poets wrote beautiful Naats. The actual theme of writing a naat is to dignify the Holy Prophet above worldly designations. Every poet of Naat shows his love towards him. The dignity of the Holy Prophet Muhammad (ﷺ) is above the worldly wisdom and positions.

مذہبی ثقافت میں ایمانیات کی جن قدروں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اُن میں خوفِ الٰہ اور تعظیم رسالت کی حیثیت خاص ہے لیکن ان اقدار پر کسی بصیرت افروز گفتگو یا دانش مندانہ مباحث کے عدم فروغ کے باعث کہ خوف اور تعظیم کی حقیقی معنیاتی سطح واضح نہ ہو سکی ہو۔ نیتجتاً علمی سطح پر کئی ایک پہلو ایسے ہیں جن کی تشنگی تاحال قائم ہے۔

عموماً اس سلسلے میں خاموش رہنے بلکہ خاموشی رکھنے ہی میں عافیت خیال کی جاتی ہے۔ فی زمانہ جبکہ علوم کا ظہور ایک بہت بڑی سطح پر ہوا ہے اور اُس کے نتیجے میں بہت سے سوالات جنم لے رہے ہیں۔ خاموش رہنے اور خاموش رکھنے کا یہ رویہ ضرر رساں ہے اور مستقبل میں ممکن ہے کہ یہ خامشی کسی مستقل سکوت یا سقوط کا باعث بھی بن جائے۔

سب سے پہلے مختصراً تو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ خوفِ خدا کیا ہے اور اس کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟ نیز خدا ایسی عظیم ذات کے لیے خوف کا لفظ مناسب بھی ہے یا نہیں؟ کیونکہ خوف ایک منفی بلکہ بیمار کیفیت کا نام ہے اور یہ عموماً اُس وقت جنم لیتی ہے جب انسان کو اُس کا وجود کسی خطرے میں محسوس ہو رہا ہو۔ قرآن میں تو واضح طور پر یہ بھی فرما دیا گیا کہ جو اللہ کے دوست ہوتے ہیں انھیں کوئی خوف نہیں ہوتا۔ تو ایسی صورت میں خدا کا خوف کیا معنی رکھتا ہے؟

زبان کی وسعت اُس کے ذخیرۂ الفاظ سے ہوتی ہے اور عربی کی لسانی وسعت یہ ہے کہ ہر کیفیت کے لیے ایک الگ لفظ ہے۔ سو خدا سے ڈرنے کے لیے بھی قرآن میں ایک لفظ ''خشیت'' استعمال ہوا ہے جس کا معنی ایسا خوف ہے جس کی بنیاد دہشت و ہیبت نہیں ہوتی بلکہ تعظیم ہوتی ہے اور خدا ایسی عظیم ذات سے اُس کا بندہ کسی دہشت سے نہیں ڈرتا بلکہ اُس کی عظمت و شکوہ اور تعظیم و تکریم اُس کے دل پر اُس کا رعب طاری کرتی ہے۔

جہاں تک اردو نعت میں تعظیمِ رسالت کا تعلق ہے تو بے شمار ایسے سخن پیش کیے جاسکتے ہیں جن میں آپ ﷺ کی تکریم کے مضامین بیان کیے گئے ہیں اور نعت گو شعرانے آپ ﷺ کی بڑائی کی متنوع جہتوں سے تعریف و تحسین کی ہے لیکن اُردو نعت کا ایک بڑا حصہ ایسا ہے، جسے پڑھ کر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے شعرا کا تصورِ عظمت کیا ہے اور اُردو نعت میں جو تعظیمی بیانیہ تشکیل دیا گیا اُس کے پس منظر میں کس نوع کی سماجی نفسیات کار فرما ہے۔ مزید کچھ کہنے سے پہلے رشید وارثی کے اس موقف کی تائید کا اظہار ضروری ہے کہ

> ''جس طرح مختلف اشیاء کی لطافت و کثافت کے اعتبار سے اُن کی پیمائش اور پرکھ کے تقاضے اور پیمانے مختلف ہیں، اُسی طرح دیگر اصناف سخن سے قطع نظر نعت نگاری جیسی لطیف اور رفیع الشان مقاصد کی حامل صنف کسی روایتی تنقید کے بجائے معنوی تنقید کی متقاضی ہے۔''(۱)

نعت اور مضامین نعت کے لیے یہ معنوی تنقید نہ صرف مشکل ہے بلکہ اپنے باطن میں حساسیت کے بھی بعض پہلو رکھتی ہے لیکن فی زمانہ اس حساسیت کو مد نظر رکھنا اور امر واقع کو نظر انداز کرتے رہنا بھی درست عمل نہ ہوگا اور وہ موضوعات پر گفتگو کا آغاز ناگزیر ہے جن پر تاحال محض خاموشی اختیار کی گئی یا اُن کی طرف دھیان ہی نہ گیا۔

اقبال کی نظم ''شکوہ'' کے دو مصرعے ہیں:

خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر
ماننا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر(۲)

گویا بت پرستی، آتش پرستی یا کسی بھی ظاہری وجود کو دیوتا مان کر اُس کی عبادت کی ایک نفسیاتی توجیہہ یہ بھی ہے کہ انسان نے خدا اُسی کو تسلیم کیا جسے وہ دیکھ سکتا تھا یا محسوس کر سکتا تھا۔ اس صورتِ حال میں غیر منظور کو الٰہ تسلیم کرنا انسان کے لیے بہت مشکل تھا۔

اُردو نعت میں تشکیل دیے گئے تعظیمی بیانیے کی بنیاد جس تصورِ عظمت پر ہے، اُس کے بھی کچھ ایسے ہی نفسیاتی اسباب کا ہونا بعید از قیاس نہیں کہ بہت سے ایسے شعر پڑھنے کو ملتے ہیں، جن میں یہ واضح محسوس ہوتا ہے کہ تخلیق کار اُس عظمت کا پوری طرح ادراک نہیں کر سکا، جو اللہ نے ایک رسول کو عطا کی ہوئی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے رسولوں کو ایک دوسرے سے بڑھ کر فضیلتوں سے نوازا ہے۔ لیکن اِس امر کا کہا جائے کہ ہماری اُردو نعت کا تصور عظمت خوگرِ پیکرِ محسوس ہے اور ہمارے نعت گو انھی عظمتوں کے اسیر ہیں جو ہماری مادی زندگی میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گری دکھا رہی۔

انسان کی مادی زندگی کے ماحول خصوصاً جہاں پیداواری اقدار کی اہمیت مسلّم ہو چکی ہو، عظمت کا تصور اُن طبقات کے ذریعے متعین ہوتا ہے جن کے ہاتھ میں فرماں روائی کا اختیار ہو۔ بد قسمتی سے کرۂ ارض پر انسان کی تاریخ کا طویل ترین عرصہ انھی طبقات کی فرماں روائی سے تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ سماجی اور تہذیبی قدروں سے لے کر زبان کی ساخت تک اس اشرافیہ طبقے کے اثرات مستحکم تر ہیں۔

اشرافیہ طبقے کی طرزِ بود و باش اور رویّوں سے انسانی لاشعور کے پردے پر عظمت کا جو تصور ثبت ہوا وہ اس طبقے کی تشکیل کردہ قدروں اور مناصب ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی انسانوں میں سب سے اشرف وہی ہے جو بادشہ یا سلطان ہے اور حقیر وہ افراد ہیں جو ان کے زیرِ نگیں ہیں۔ اس نچلے طبقے کو بادشہ یا اُس سے وابستہ بالادست طبقے نے اپنی عظمت کا ایسا نقش مستحکم کیا ہے کہ عناصر کائنات میں بہترین خیال کی جانے والی ہر شے کے ساتھ شاہ کا سابقہ لگایا جاتا ہے اور القابات و خطابات میں بھی اسی قدر ہی کی پیروی کی جاتی ہے۔

طبقہ اشرافیہ کی تشکیل کردہ اس نفسیات کے اثرات مذہب اور تصوف کے ماحول میں بھی ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ اولیا اور صوفیا کی عظمت کو بیان کرنے کے لیے انھیں سلطان یا شاہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اُردو نعت کے تعظیمی بیانیے پر غور کریں تو ہمارے بیشتر نعت گو شعرا عظمت رسول ﷺ کے حقیقی ادراک اور شعور سے قدرے دور نظر آتے ہیں اور اسی بُعد کی بنیاد پہ وہ آپ کی ہستی کو انھی دنیاوی مناصب و مقامات پر متمکن دیکھنے لگتے ہیں جن کا تعلق ملوکیت کی تہذیب سے ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ کے کیا خوبصورت اشعار ہیں:

وَ اللّٰهِ یَا یٰسِیْنُ مِثْلُکَ لَمْ یَکُنْ
فِی الْعٰلَمِیْنَ وَحَقِّ مَنْ اَنْبَاک

عَنْ وَصْفِکَ الشُّعَرَآءُ یَا مُدَثِّرُ
عَجَزُوْا وَکَلُّوْا مِنْ صِفَاتِ عُلَاک(۳)

ترجمہ: (خدا کی قسم، اے یٰسین لقب! آپ جیسا تو تمام مخلوق ہیں نہ کوئی ہوا ہے نہ ہو گا، قسم ہے اُسی کی جس نے آپ کو سربلند کیا۔

اے کملی والے آقا ﷺ! آپ ﷺ کے اوصاف بیان کرنے سے بڑے بڑے شعرا عاجز رہ گئے۔ آپ ﷺ کے اوصاف عالیہ کے سامنے زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔)

اسی طرح شرف الدین بوصیری اپنے قصیدے میں کہتے ہیں:

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَیْسَ لَهٗ
حَدٌّ فَیُعْرَبُ عَنْهٗ نَاطِقٌ بفم(۴)

ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ کی فضیلتوں کی کوئی حد نہیں ہے اور اس کا حق کوئی بولنے والی زبان ادا نہیں کر سکتی۔)

اس امر میں کیا شبہ ہے کہ آپ ﷺ رسولِ عظیم ہیں اور آپ کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ رفعتوں کی حدود کا ذہنِ انسانی مکمل ادراک ہی نہیں کر سکتا لیکن یہ امر حیرت ہے کہ اردو نعت میں رسولِ کریم ﷺ کے درجات بلند بیان کرتے ہوئے بیشتر شعرا اپنے شعروں میں اُن مقامات و مناصب کا ذکر کرنے لگتے ہیں جن کا تعلق طبقاتی تہذیب سے ہے اور اُن اشعار کو پڑھ کر یا سن کر دھیان ماضی کے عہدِ ملوکیت یا عہد موجود کی جاگیر داری ثقافت کی بعض قدروں کی طرف جاتا ہے۔

رسولِ کریم ﷺ نے انسانی دکھوں کا مداوا کیا اور بنی نوع انسان کے مسائل حل کرنے کے لیے ایک آفاقی کاوش کی۔ انسان پر آپ ﷺ کے احسانات عظیم ہیں اور ان کا تسلسل آج بھی قائم ہے۔ لیکن اُردو نعت میں شعرا اس فریضہ عظیم کے تناظر میں آپ ﷺ کی ہستی کی عکس بندی عہد موجود کی طبقاتی سماجی قدروں کے پیمانوں پر کرتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ ﷺ دکھی انسانوں کے مسائل اُس پیرائے میں حل کیا کرتے ہیں جیسے طبقہ سلطانی و پیری کرتا ہے۔

اُردو نعت میں طبقاتی تہذیب اور ملوکیت کی اقدار سے تعلق رکھنے والے الفاظ اتنے مقبول ہوئے ہیں کہ اشعار میں رسولِ کریم ﷺ کی ہستی کا حقیقی عکس نظر آنے کے بجائے طبقاتی ثقافت کی کوئی معتبر شخصیت نمایاں ہونے لگتی ہے۔

تاریخ سے یہ نکتہ واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی تمام تر سعیٔ جمیل اور جہدِ عظیم انسانی مساوات کے لیے تھی۔ سماج میں تمیزِ بندہ و آقا اپنی تاریک ترین شکل میں موجود تھی اور آپ نے اس طبقاتی امتیاز کو ختم کر کے انسانوں کو اُن کے حقوق کا شعور عطا کیا مگر اب اس کا کیا کیا جائے اُردو نعت میں ملوکیت کی اقدار سے متعلق الفاظ محبوب ترین مقام اختیار کر گئے ہیں اور جن کا اتباع اور اطاعت کے اُس تصور سے کوئی علاقہ نہیں جن کی آپ ﷺ نے تعلیم دی البتہ غلامی کی وہ نفسیات ضرور تشکیل پا رہی ہے جو ایک مردِ ایمان کے باطن سے جذبۂ حریت وحمیّت نکال دیتی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُردو نعت میں اس نوع کے الفاظ کی تکرار اور بڑھتی ہوئی قبولیت و مقبولیت سے تعظیم کا جو بیانیہ تشکیل پاتا ہے کیا وہ آپ ﷺ کی سیرت کے اوصاف کے مطابق ہے؟ کیا ان اشعار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُردو نعت گو عظمت رسول کا حقیقی ادراک ملتا ہے؟ کیا ایسی نعتیہ شاعری اس امر کی غمازی نہیں کرتی کہ ہمارے سخن کار رسولِ کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم کے سلسلے میں عظمت کے اُس تصور کے اسیر ہیں جو طبقاتی سماج میں تشکیل پا گیا ہے؟

اُردو نعت گوئی کے اصولوں نیز نعتیہ شاعری کے شرعی تناظر پر اہلِ علم نے کئی ایک جہتوں سے گفتگو کی ہے اور اس سلسلے میں نعت نگاری میں ذم کے پہلوؤں، شانِ الوہیت کے استخفاف، تلمیحات کے غیر محتاط استعمال، انبیائے سابقین کی رفعت میں کمی، شاعرانہ تعلی اور ضمائر کے غیر محتاط استعمال پر اپنا زاویۂ نظر پیش کیا گیا لیکن نعت میں ملوکیت کی اقدار اور اس سے متعلقہ استعاراتی اور علامتی نظام پر کوئی قابلِ ذکر بحث نظر نہیں آتی۔ گویا جس طرح ہمارا شعری ادراک ملوکیت کے ماحول اور جاگیر داری سماج کی اسیر ہے، اُسی طرح ہمارا شرعی شعور بھی طبقاتی معاشرے کی تشکیل کردہ اقدار کے دائرے سے باہر نہیں نکل پاتا۔

اُردو نعت کے تخلیقی سرمائے کو دیکھیں تو یہ واضح محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے بیشتر شعرا کے ذہن مقامِ نبوت یا منصبِ رسالت کے ادراک سے عاری ہیں اور وہ عظمت و رفعت کے اُس تصور سے مرعوب دکھائی دیتے ہیں جسے ہمارے معاشرے کے بالادست طبقات نے فروغ دیا ہے۔ چنانچہ شعرا آپ ﷺ کے لیے وہی القاب استعمال کرتے ہیں جن کا اعتبار مقتدرہ طبقات نے قائم کیا۔

ڈاکٹر عزیز احسن اُردو نعت میں رسولِ کریم ﷺ کی ہستی کی تصویر کشی کے عمل میں آپ ﷺ کے حقیقی مقام کے ادراک میں کمی پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ دین بیزار طبقے کی ادبی سرگرمیوں کے مقابلے میں نعتیہ شاعری میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی سچی تصویر کشی کی جاتی لیکن اس کے برعکس بعض نادان دوستوں نے نعتیہ شاعری کے پردے میں من مانے خیالات اور سُکر آمیز جذبات کا اس طرح اظہار کیا کہ کہیں تو اسلامی اقدار، فکر، پیغام اور مطلوبہ نظریات کا گلا گھونٹ دیا گیا اور کہیں خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مقدس شخصیت کا استخفاف ہوتا ہوا نظر آیا۔''(۵)

رسولِ کریم ﷺ کی شخصیت کا استخفاف یقیناً امرِ افسوس ہے لیکن اس سے مزید جو بات افسوس کے ساتھ ساتھ تشویش کی ہے، وہ اس تخفیف ہی کو شان سمجھنے کی کج فہمی کا عام ہونا ہے اور کج فہمی کی اس تفہیم کی بنیاد پہ رسولِ کریم ﷺ کی رفیع الشان ہستی کے بارے میں ایسا تعظیمی بیانیہ تشکیل دینا کہ آپ ﷺ کی سیرت سے جس کی مطابقت ایک بہت بڑا سوال ہے۔

اُردو نعت میں تعظیمی بیانیے کی تشکیل میں ملوکیت کے تصورِ عظمت کے ساتھ ساتھ اُس تصورِ جمال کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو روایتی عاشقانہ شاعری یا داستانوں میں نظر آتا ہے۔ مذکورہ تصورِ جمال کے زیرِ اثر شعرا رسولِ کریم ﷺ کی بہ طور محبوبِ خدا کم و بیش انھی صفات کے بیان سے سرشار نظر آتے ہیں جو عشقیہ ادب میں کسی محبوب کی بیان کی جاتی ہیں اور شعرا سراپا نگاری و پیکر تراشی میں اپنے تمام تر کمالات کو حسنِ جسمانی پر صرف کرتے ہیں۔ ڈاکٹر تحسین فراقی کا یہ تجزیہ درست ہے کہ

> ''فارسی اور اُردو میں زیادہ تر نعتیں حضور ﷺ کے مردانہ حسن و جمال اور ظاہری خدوخال کے گوشوارے معلوم ہوتی ہیں۔ پھر ان نعتوں میں ایک اور کمی یہ ہے کہ حضور ﷺ کی شان میں یا تو غلو برتا گیا ہے یا پھر ان کی حیات آفریں اور عمل انگیز شخصیت کے علی الرغم انفعالی احساسات و اظہاریت ہی کو نعت کے مترادف سمجھ لیا گیا ہے۔''(۶)

اُردو نعت جدید منظر نامے پر اگرچہ شعرا رسولِ کریم ﷺ کے بارے میں اپنے تعظیمی بیانیے کے زیرِ اثر قدیم رویوں پر نظر ثانی کرتے نظر آتے ہیں اور عشقیہ شاعری کے روایتی محبوب کے اوصاف کے بجائے آپ کی تجلیاتِ سیرت پہ توجہ دینے لگے ہیں لیکن اذہان اور نفسیات پر ثبت صدیوں کے اثرات سے تاحال باہر نہیں آ سکے۔

اُردو نعت گوئی میں بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ شعرا نے اس امر کا بہت کم ادراک کیا ہے کہ حضور ﷺ کی ہستی ایک فرد تک محدود نہیں بلکہ آپ ﷺ کا وجودِ مسعود ایک قدر، تہذیب، نظام اور ایمان سے تعبیر ہے اور اُن کی تحسین کا اظہار کرتے ہوئے کلام میں اُن اوصاف پر توجہ دینا زیادہ ضروری ہے جو آپ ﷺ کو ایک رسول کی حیثیت میں ودیعت کیے گئے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ محض

حسن و جمال ظاہری کے مسلسل بیان سے آپ کی ہستی کا وہ مقصد کہیں دھندلا پڑ جاتا ہے جس کے تحت آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔ اُن اشعار میں رسولِ عظیم ﷺ کی ہستی کا بہ طور رہبر عظیم اور دکھی انسانیت کے بہ طور ملجا و ماویٰ نقش اجاگر نہیں ہوتا۔ بہ الفاظِ دیگر نعت اپنے اُس فریضہ حسن سے محروم ہو جاتی ہے، جس کے تحت ایک شاعر کو آپ ﷺ کی آمد و بعثت کے مقاصد کو بیان کرنا ہوتا ہے۔ بقول ممتاز حسن:

> "صفاتِ رسالت محض پیکر نبوی کے حسن و جمال کا نام نہیں۔ یہ نام ہے اُس خلقِ عظیم کا جو ساری نوعِ انسانی کے لیے ایک مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم مقصدِ بعثت سے اُس وقت تک واقف ہی نہیں ہو سکتے جب تک ہم پر حضور خیر البشر کی سیرت کے مختلف منکشف نہ ہوں۔ جنابِ رسالت مآب کی زندگی سارے انسانوں کے لیے قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ اگر حضور ﷺ کی زندگی چند مافوق الفطرت واقعات کا مجموعہ ہو کر رہ گئی ہوتی اور اُس میں عام انسانوں کے رنج و راحت، مسرت و غم، مصیبت اور کامرانی یہ سب موجود نہ ہوتے تو ہم بہ حیثیت انسان اُس زندگی سے کوئی سبق نہ سیکھ سکتے۔"(۷)

فارسی اور اُردو نعتیہ شاعری میں تشکیل دیے گئے تعظیمی بیانیے سے پہلا بڑا اگریز اقبال کے ہاں نظر آتا ہے، جس میں آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے عشق اور حرفِ آرزو محض شخصی حوالوں سے نہیں بلکہ بہ حیثیتِ رسول اُس آفاقی وجود سے دکھائی دیتا ہے جسے ذاتِ باری تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان پر ایک مجسّم رحمت کی صورت میں مبعوث کیا اور آپ نے اپنی جہدِ مسلسل و کاوشِ عظیم سے انسانیت کو ظلم و جہل کی تاریکیوں سے نکال کر علم و عدل کی روشن راہ پر گامزن کیا۔

اقبال فارسی اور اُردو شاعری کی روایت میں پہلے ایسے قابلِ ذکر شاعر ہیں جو روایتی تعظیمی بیانیے کے برعکس آپ ﷺ کی ذات کی تکریم سماجی، علمی اور انقلابی حوالوں سے کرتے نظر آتے ہیں۔ اقبال کے کلام میں اگرچہ نعت بہ طور شعری صنف کوئی وجود نہیں رکھتی لیکن کلامِ اقبال کا مجموعی مزاج دیکھیں تو اُس کا آہنگ نعتیہ ہے۔ گویا آپ نے نعت کو بہ صورت پیکر نہیں بلکہ بہ طور روح قبول کیا ہے۔ اقبال کی نظموں میں عشقِ رسول کوئی انفعالی رویہ نہیں بلکہ وہ جذبۂ آرزو ہے جو اپنے باطن میں پست کو بالا کر دینے کی توانائی رکھتا ہے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرّۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید و بایزید ، تیرا جمالِ بے نقاب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب ، میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو! عشق حضور و اضطراب
تیرہ و تار ہے جہاں گردشِ آفتاب سے
طبعِ زمانہ تازہ کر جلوۂ بے حجاب سے(۸)

اقبال نے اپنی شاعری میں جس تعظیمی بیانیے کو فروغ دیا، اُس کے اثرات مابعد اُردو شعرا پر بھی دیکھے جاسکتے ہیں لیکن سماج میں تشکیل کردہ طبقاتی رویے اور نعت کی قدیم روایت کے ہمہ گیر اثرات سے ہمارے شعرا خود کو نکالنے میں کچھ زیادہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ اس کے باوجود چند شعرا کی بعض نظمیں روایتی تعظیمی بیانیے سے گریز کی عمدہ مثال ہیں۔ مثلاً مظفر وارثی کی یہ نظم جس میں عظمتِ پیمبر کو حرکت و عمل کے جوہری تصورات کی روشنی میں نظم کیا:

مرا پیمبر عظیم تر ہے
کمالِ خلاّق ذات اُس کی
جمالِ ہستی حیات اُس کی
بشر نہیں عظمتِ بشر ہے
مرا پیمبر ﷺ عظیم تر ہے
وہ شرحِ احکامِ حق تعالیٰ
وہ خود ہی قانون خود حوالہ
وہ خود ہی قرآن خود ہی قاری
وہ آپ مہتاب آپ ہالہ
وہ عکس بھی اور آئینہ بھی
وہ نکتہ بھی خط بھی دائرہ بھی
وہ خود نظارہ ہے خود نظر بھی
مرا پیمبر ﷺ عظیم تر ہے
شعور لایا کتاب لایا
وہ حشر تک کا نصاب لایا
دیا بھی کامل نظام اُس نے

اور آپ ہی انقلاب لایا
وہ علم کی اور عمل کی حد بھی
ازل بھی اُس کا ہے اور ابد بھی
وہ ہر زمانے کا راہبر ہے
مرا پیمبر ﷺ عظیم تر ہے

وہ آدم و نوح سے زیادہ
بلند ہمت و بلند ارادہ
وہ زہدِ عیسیٰ سے کوسوں آگے
جو سب کی منزل وہ اُس کا جادہ
ہر اک پیمبر نہاں ہے اس میں
ہجومِ پیمبراں ہے اس میں
وہ جس طرف ہے خدا ادھر ہے
مرا پیمبر ﷺ عظیم تر ہے

بس ایک مشکیزہ اک چٹائی
ذرا سے جو ایک چارپائی
بدن پہ کپڑے بھی واجبی سے
نہ خوش لباسی نہ خوش قبائی
یہی ہے کل کائنات جس کی
گنی نہ جائیں صفات جس کی
وہی تو سلطانِ بحر و بر ہے
مرا پیمبر ﷺ عظیم تر ہے

جو اپنا دامن لہو سے بھر لے
مصیبتیں اپنی جان پر لے
جو تیغ زن سے لڑے نہتا

جو غالب آکر بھی صلح کر لے
اسیر دشمن کی چاہ میں بھی
مخالفوں کی نگاہ میں بھی
امیں ہے، صادق ہے، معتبر ہے
مرا پیمبر ﷺ عظیم تر ہے

جسے شہِ شش جہات دیکھوں
اسے غریبوں کے ساتھ دیکھوں
عنانِ کون و مکاں جو تھا میں
کدال پر بھی وہ ہاتھ دیکھوں
لگے جو مزدور شاہ ایسا
نہ زر نہ دھن سربراہ ایسا
فلک نشیں کا زمیں پہ گھر ہے
مرا پیمبر ﷺ عظیم تر ہے

وہ خلوتوں میں بھی صف بہ صف بھی
وہ اس طرف بھی وہ اس طرف بھی
محاذ و منبر ٹھکانے اس کے
وہ سر بسجدہ وہ سر بکف بھی
کہی وہ موتی کہیں ستارہ
وہ جامعیت کا استعارہ
وہ صبحِ تہذیب کا گجر ہے
مرا پیمبر ﷺ عظیم تر ہے(۹)

اُردو کی جدید نعت میں رسولِ کریم ﷺ کی تعظیم کے سماجی پہلوؤں پر توجہ کا رجحان سامنے تو آیا ہے لیکن ابھی کئی ایک پہلو ایسے ہیں جن پر نعت کی معنوی تنقید کو تاحال بحث کرنی ہے۔ حلیم حاذق نے اُردو نعت کے جدید رویّوں پر مثبت بحث کی ہے اور بعض نکات کو واضح کیا ہے۔ اُن کے خیال میں:

''جدید نعت میں عربی و فارسی تہذیب کے اثرات نمایاں ہیں۔۔۔ جدید نعت میں حالی سے اقبال اور موجودہ دور تک آپ ﷺ کی تعلیمات اور انسان دوستی کو خاص طور پر نمایاں انداز میں بیان کیا جارہا ہے۔''(۱۰)

اُردو نعت کے یہ جدید رویے مستحسن ہیں لیکن جب تک کہ ہمارے لاشعور کے پردے ملوکیت اور طبقاتی ثقافت کی اقدار ثبت ہیں اور ہم اپنے رسول کی مقدس ہستی کو اِن اقدار کے تناظر ہی میں دیکھتے رہیں گے۔ ہماری نعت میں انفعالی رویے ہی غالب رہیں گے اور نعتیہ شاعری کبھی اُس جذبے کی حامل نہیں ہو سکتی جس سے سماج میں اصلاح کا سامان کیا جاسکتا ہے یا کوئی ذہنی انقلاب لایا جاسکتا ہے۔

عالمی سطح پر انسان کا سماجی ماحول ارتقا کی کئی ایک منازل طے کر چکا ہے۔ مشرق و مغرب کے تمام معاشرے اس ارتقا کی روشنی میں قدیم نظریات و افکار پر نظر ثانی کرتے ہوئے آگے دیکھ رہی ہیں۔ ہمارے ہاں بھی یہ تبدیلیاں سماجی سطح پر حوصلہ افزا صورت میں رونما ہو رہی ہیں۔ سیاسی سطح پر نہ تو ہم کسی ملوکیت کے نظام کے زیر اثر ہیں نہ ہی کسی نو آبادیاتی جبر کے تحت۔ سماج کے بعض مقتدرہ طبقات بھی ماضی ایسی قوت نہیں رکھتے۔ مشرقی سماج صنعتی اور جمہوری دور میں داخل ہو چکا ہے اور اس معاشرے کے افراد علمی قدروں اور ٹیکنالوجی سے استفادہ کر رہے ہیں۔ اس صورتِ حال میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان جملہ تبدیلیوں کا عکس ہماری نعت میں کس حد تک ظاہر ہوا ہے اور نعت کہنے والوں نے ان علمی و سماجی تغیرات سے کس حد تک استفادہ کیا ہے؟

نئے نئے افکار سے استفادہ کرتی اس علمی دنیا میں رسولِ کریم ﷺ ایسی مجسم علم و عمل ہستی کے بارے میں روایتی تعظیمی بیانیے کی کیا معنویت ہے؟ وہ رسولِ کریم ﷺ کہ جن کے بارے میں دنیا تسلیم کرتی ہے کہ آپ ﷺ نے تاریخ انسانی پر سب سے زیادہ اثرات مرتب کیے ہیں، اُردو نعت کے ذریعے انھیں ملوکیت کی قدروں کی تناظر میں دیکھنے اور دکھانے کا عمل ذہنِ انسانی پر کیا اثرات مرتب کر رہا ہے نیز کس نوع کی غلامی کی نفسیات تشکیل پا رہی ہے؟

اُردو نعت کے روایتی تعظیمی بیانیے پر غور سماجی حوالے سے ایک مشکل اور حسّاس عمل ہو سکتا ہے لیکن مذکورہ سوالات پر فکر و تدبر بہر حال ناگزیر ہے اور نعتیہ شاعری کے تخلیقی تسلسل سے وابستہ سخن کاروں کو دیکھنا ہے کہ وہ اپنی شاعری میں تجلیاتِ سیرت کو اجاگر کرتے ہوئے عشق اور علم و عمل سے وابستہ جذبات کو کن نئے قرینوں سے نظم کر سکتے ہیں۔ وہ معاصر سماجی افکار اور دنیا کے تغیر پذیر علمی نقشے کو دیکھتے ہوئے اپنے نعتیہ اسلوب میں کن نئی راہ گزاروں کو کشادہ کر سکتے ہیں۔ یہ سوال مستقبل کی نعتیہ شاعری کے لیے امتحان نامہ ہیں اور ماضی کے نقوش کے تناظر میں تنقیدی پڑتال کا ایک تفکرانہ عمل۔

بیٹھ جائیں سایۂ دامانِ احمد ﷺ میں منیرؔ
اور اُن باتوں کو سوچیں ، جن کو ہونا ہے ابھی(۱۱)

حوالہ جات

۱۔ رشید وارثی: ''اردو نعت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' (نعت ریسرچ سنٹر، کراچی، ۲۰۱۰ء) ص ۱۶

۲۔ اقبال: ''کلیاتِ اقبال'' (اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۳ء، گیارھویں اشاعت) ص ۱۹۱

۳۔ امام ابو حنیفہ: ''قصیدہ، ارمغانِ نعت''، مرتب: شفیق بریلوی (کراچی: نفیس اکیڈمی، تیسری اشاعت، س ن) ص ۵۶

۴۔ شرف الدین بوصیری: ''قصیدہ بردہ'' (لاہور پیکیجز لمیٹڈ، س ن) ص ۱۳۷

۵۔ عزیز احسن: ''دیباچہ اصولِ نعت گوئی، حلیم حاذق'' (کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، ۲۰۱۶ء) ص ۱۴

۶۔ ڈاکٹر تحسین فراقی: ''جستجو'' (کراچی، ۲۰۰۸ء) ص ۱۸۸

۷۔ مظفر وارثی: ''نورِ ازل'' (ماورا پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۴ء) ص ۱۱

۸۔ ممتاز حسن: ''خیر البشر کے حضور میں'' (لاہور: نقوش پریس، ۱۹۷۵ء) ص ۲۰

۹۔ کلیاتِ اقبال، ص ۴۴۰۔۴۴۱

۱۰۔ حلیم حاذق: ''اصولِ نعت گوئی'' (کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، س ن) ص ۴۴

۱۱۔ منیر نیازی: ''ایک اور دریا کا سامنا''، کلیات (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء) ص ۴۵۸